© rasailojaraid.com

# ہیگل، مارکس اور اسلامی نظام

## باب ششم

## اسلامی نظامِ معیشت

(بہ سلسلہ اشاعت گذشتہ)

اب ہم تفصیل کے ساتھ ان تدابیر و قوانین کی وضاحت کریں گے جن سے معلوم ہوگا کہ اسلامی نظام کیسی ٹھوس معاشی بنیادوں پر قائم ہے کہ معاشی حالات کی تبدیلیاں اس پر مشکل اثر انداز ہو سکتی ہیں۔

معاشی زندگی کی اصلاح اور مادی مرفہ الحالی کے حصول کی غرض سے اسلام نے جو عملی تدابیر اختیار کی ہیں انھیں دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:-

(۱) وہ قانونی احکام جن کا نفاذ زیادہ تر اسلامی حکومت کے قیام پر موقوف و منحصر ہے۔

(۲) اخلاقی ہدایات اور معاشرتی ضوابط جو قانونی حیثیت نہیں رکھتے۔

پہلی شق کے تحت اسلام نے (۱) زکوٰۃ فرض کی (۲) فئے اور غنیمت کے اصول وضع کیے۔ (۳) قوانینِ وراثت میں تبدیلیاں کیں۔ (۴) اکتناز مال کو مٹایا (۵) سود کی ممانعت کی۔ دوسری شق کے تحت اس نے اخلاقی تعلیم و تربیت کے ذریعہ سے انسان کی ذہنیت اور سیرت کو ایک خاص سانچہ میں ڈھالا اور تمدنی ماحول کو درست کیا ہے۔ اس باب میں ہم صرف پہلی شق پر بحث کریں گے اور دوسری شق کے لیے آئندہ باب مختص ہوگا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

**زکوٰۃ** زکوٰۃ کی آمدنی مسلمانوں سے وصول کی جاتی ہے۔ ہر مسلمان پر جو صاحب نصاب ہو زکوٰۃ فرض ہے۔ نصاب کی مقدار تقریباً باون روپے ہوتی ہے بشرطیکہ یہ رقم سال بھر تک جمع رہے۔ نیز وہ شخص جس پر زکوٰۃ واجب ہے قرض دار نہ ہو۔ اگر قرض دار ہوگا تو قرض کی مقدار منہا کرنے کے بعد جو رقم بچے گی اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اس طرح ہر مسلمان پر جو مذکورۂ بالا شرائط کے مطابق نصاب کا مالک ہو، مال کے چالیسویں حصہ کی ادائیگی فرض ہوگی۔ قابل زکوٰۃ اموال چار ہیں، زرعی پیداوار، مویشی، سونا چاندی، اور تمام اموال تجارت زکوٰۃ سالیانہ فرض کی گئی۔ سال میں دوبار فرض نہیں کی گئی۔ سال میں ایک بار سے زیادہ زکوٰۃ فرض کی جاتی تو زکوٰۃ دینے والے زیر بار ہوتے۔ اور اگر سالیانہ کے سوا کوئی اور میقات مقرر کی جاتی تو زکوٰۃ لینے والوں کو ہر پیداوار سے انتفاع کا موقع نہ ملتا اور طویل مدت تک انتظار کرنا پڑتا۔ مقدار زکوٰۃ مختلف اشیاء میں مختلف ہے اور اس میں ان عوامل پر نظر کی گئی ہے جن سے اموالِ زکوٰۃ حاصل ہوتے ہیں۔ جو اموال کم مشقت سے حاصل ہوتے ہیں ان میں مقدار زکوٰۃ زیادہ ہے اور جو اموال زیادہ مشقت سے حاصل ہوتے ہیں ان میں زکوٰۃ کی مقدار کم ہے۔

رکاز وہ مال ہے جو زمین کے اندر ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ اگر زمین کے اندر پیدا ہو تو وہ معدن (Mine) ہے۔ اور اگر کسی شخص نے زمین کے اندر سیم و زر دفن کر دیا ہے تو وہ کنز (Treasure trove) ہے۔ معدن پر خُمس ہے یعنی اس کا پانچواں حصہ بطور زکوٰۃ لے لیا جائے گا۔ اگر کسی شخص کو زمین میں کوئی خزانہ ملے یا وہ کسی چیز کا معدن برآمد کرے تو وہ خزانہ اور معدن اُسی کا ہوگا لیکن اس سے خُمس یعنی پانچواں حصہ لے لیا جائے گا۔ زکوٰۃ کی یہ سب سے بڑی مقدار ہے کیونکہ اس کے حاصل کرنے میں محنت اور مشقت برداشت کرنی نہیں پڑتی۔

زراعت میں زکوٰۃ کی دو مقداریں ہیں۔ ایسی زمین کی پیداوار جس کی آب پاشی مصنوعی ذرائع مثلاً نہر، تالاب، کنویں وغیرہ سے ہوتی ہو اس کی پیداوار کا بیسواں حصہ بطور زکوٰۃ لیا جائے گا۔ اور جو زمین بارش کے پانی سے تیار ہو اس کی پیداوار کا دسواں حصہ لیا جائے گا۔ اموال تجارت کی زکوٰۃ چالیسواں حصہ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ زکوٰۃ کی سب سے کم مقدار ہے کیونکہ تجارت میں سب سے زیادہ محنت برداشت کرنی پڑتی ہے ۔ سونے چاندی پر معدن یا دفینہ سے حاصل ہونے کی صورت میں زکوٰۃ کی مقدار حاصل کردہ مال کا پانچواں حصہ ہے اور خرید وفروخت کی صورت میں تجارتی مال کی حیثیت سے ہو یا کنز کی صورت میں جمع ہو تو چالیسواں حصہ زکوٰۃ دینی ہوگی ۔

زکوٰۃ عاملین ( Collectors ) کو بھی ادا کی جا سکتی ہے جو حکومت کی جانب سے مقرر ہوتے ہیں اور خود براہ راست محتاجوں، مسکینوں اور غریبوں کو بھی دی جا سکتی ہے ۔ لیکن اولیٰ یہی ہے کہ زکوٰۃ کی رقم حکومت اسلامی کے حوالہ کر دی جائے ۔

زکوٰۃ کے مصارف متعین کر دیے گئے ہیں ۔ یعنی جن مصارف کی صراحت کر دی گئی ہے ان کے علاوہ زکوٰۃ کی رقم اور کسی مصرف میں نہیں لائی جا سکتی ۔ یہ مصارف آٹھ ہیں :- (۱) فقراء (۲) مساکین (۳) عاملین یعنی زکوٰۃ وصول کرنے والے جن کی تنخواہیں اسی مد سے ادا کی جائیں گی ۔ (۴) مولفۃ القلوب یعنی وہ لوگ کہ اسلام کے خلاف جن کے دلوں کی سختی دور کرنے کے لیے مال صرف کرنے کی ضرورت پیش آئے (۵) غلاموں اور قیدیوں کی رہائی (۶) قرض دار لوگ جو خود قرض کے بار سے سبکدوش نہ ہو سکتے ہوں ۔ (۷) راہ خدا یعنی اسلامی نظام کو قائم کرنے اور قائم رکھنے کی جدوجہد (۸) نادار مسافروں کی اعانت ۔

فقراء سے وہ لوگ مراد ہیں جن کے پاس ابتدائی ضروریات کی تکمیل کا سامان تو ہو لیکن اس کے علاوہ اور کچھ نہ ہو مثلاً ایک طالب علم متعدد کتابوں کا مالک ہے جن کی مجموعی قیمت مقررہ نصاب سے زیادہ ہے ۔ اب اگر اس طالب علم کے پاس صرف اتنا ہے کہ وہ اپنی معمولی ضروریات کی تکمیل کر سکتا ہے لیکن اس سے زیادہ کچھ نہیں رکھتا ہے تو وہ ان کتابوں کی ملکیت کے باوجود زکوٰۃ کا مستحق ہے ۔ اگر اس کے برعکس یہی کتابیں کسی جاہل ان پڑھ کی ملکیت ہوتیں تو وہ زکوٰۃ کا مستحق نہ قرار پاتا ۔ البتہ اگر طالب علم مذکور ہر کتاب یا بیشتر کتابوں کے دو دو نسخے رکھتا ہو اس طرح سے کہ ان زائد نسخوں کی مجموعی قیمت مقررہ نصاب یعنی باون تولہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے زیادہ ہو تو ایسے شخص کو زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی۔ مساکین وہ لوگ ہیں جن کی معاشی حالت فقراء سے بھی زیادہ پست ہو۔ قرض داروں کو بھی زکوٰۃ دی جا سکتی ہے بشرطیکہ جو شخص قرض دار ہو اس کی کل ملک ابتدائی ضروریات کی تکمیل اور قرضہ کی رقم منہا کرنے کے بعد مقررہ نصاب سے زیادہ نہ ہو۔ ضروریات میں صرف ابتدائی ضروریات شامل ہیں یعنی صرف ایسی ضروریات جن کے پورا نہ ہونے سے زندگی دوبھر ہو جائے۔ خدا کی راہ میں زکوٰۃ صرف کرنے سے مراد یہ ہے کہ زکوٰۃ اُن مجاہدین کی ضروریات اور ان مساعی کے مطابق پر صرف کی جائے جو دنیا میں اسلامی نظام قائم کرنے میں مشغول ہوں۔ مجاہد اگر خوش حال بھی ہو تو جہاد کی ضروریات میں صرف کرنے کے لیے وہ زکوٰۃ لینے کا حق دار ہے، کیونکہ جہاد ایک اجتماعی کام ہے اور اجتماعی کاموں کا بار تنہا ایک شخص پر نہیں ڈالا جا سکتا۔ ایک اور طریقہ خدا کی راہ میں صرف کرنے کا یہ ہے کہ جو لوگ عدمِ استطاعت کے باعث حج کو نہ جا سکتے ہوں ان کی مدد کی جائے۔ اِن آٹھ مصارف کے علاوہ زکوٰۃ کی آمدنی اور کسی مصرف میں نہیں لائی جا سکتی۔

یاد رکھنا چاہیے کہ زکوٰۃ اس قسم کا کوئی محصول نہیں ہے جو آجکل حکومتیں اپنی رعایا پر عائد کرتی ہیں۔ موجودہ زمانہ کا ہر محصول کسی نہ کسی شکل میں اُن معاشرتی خدمات ( Social Services ) کے معاوضہ میں عائد کیا جاتا ہے جو حکومت رعایا کی خاطر انجام دیتی ہے۔ مگر زکوٰۃ وہ محصول ہے جو امراء اور صاحبِ استطاعت افراد سے صرف اس لیے وصول کیا جاتا ہے کہ اُس سے غیر مستطیع افراد کی مدد کی جائے۔ موجودہ دَور میں اگر کوئی اسلامی حکومت قائم ہو تو اس کی رعایا زکوٰۃ سے پیچھا چھڑانے کے لیے یہ نہیں کہہ سکتی کہ ہم سے اتنے محصولات وصول کیے جاتے ہیں لہٰذا حکومت کو انہی محصولات کی آمدنی میں سے غرباء اور مساکین کی مدد کرنی چاہیئے۔ اس کا جواب حکومت یہ دے گی کہ جتنے محصولات تم سے وصول کیے جاتے ہیں ان سب سے تمھاری ذات کو کسی نہ کسی طرح فائدہ ضرور پہنچتا ہے۔ قیامِ امن، جان و مال کا تحفظ، رسل و رسائل اور آمد و رفت کے وسائل کی ترقیاں انہی محصولات کی آمدنی سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تکمیل پذیر ہوتی ہیں۔ تعلیم کی اشاعت، طبی امداد کی فراہمی اور دوسری آسائشیں جو تمھیں میسر ہیں اسی روپیہ سے مہیا کی جاتی ہیں۔ لیکن زکوٰۃ تو وہ محصول ہے جو ان فائدوں سے قطع نظر، خدا نے تم پر اس لیے عائد کیا ہے کہ اس سے غربا اور فقرا فائدہ حاصل کریں۔ اسی لیے زکوٰۃ کے مصارف متعین ہیں۔ یہاں تک کہ حکومت بھی یہ حق نہیں رکھتی کہ وہ ان مصارف کے علاوہ زکوٰۃ کو کسی اور طرح سے صرف کرے۔

حضور رسالتمآب نے زکوٰۃ کی تعریف اس طرح فرمائی ہے کہ وہ ایک ایسی رقم ہے جو دولتمند افراد سے لے کر غریبوں کو واپس کردی جاتی ہے یُؤْخَذُ مِنَ الْاَغْنِیَآءِ وَیُرَدُّ عَلَی الْفُقَرَآءِ۔ اس حدیث شریف میں یُرَدُّ (واپس کی جاتی ہے) کا استعمال قابل غور ہے۔ اس سے یہ مفہوم صاف مترشح ہوتا ہے کہ جو لوگ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں وہ غریبوں پر کوئی احسان نہیں کرتے کیونکہ یہ غریبوں کا حق تھا جو انھیں ملنا ہی چاہیے تھا۔ نیز اس فقرہ سے یہ مطلب بھی نکلتا ہے کہ جو کچھ روپیہ پیسہ تم بطور زکوٰۃ دیتے ہو اس کے متعلق یہ مت خیال کرو کہ وہ ضائع ہوگیا ہے، نہیں، وہ تمھاری جماعت کے اندر ہی رہے گا۔ تم سے لے کر تمھاری جماعت ہی کے افراد کو واپس کیا جاتا ہے۔

**تقسیم غنیمت و فے** اجتماعی دولت کو جماعت کے زیادہ سے زیادہ افراد پر تقسیم کرنے اور غربت و افلاس کے مٹانے کی غرض سے اسلام نے صرف زکوٰۃ ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ غنیمت اور فے کی تقسیم میں بھی اس امر کو بدرجۂ اتم ملحوظ رکھا کہ دولت ایک محدود طبقہ میں نہ جمع ہونے پائے۔ غنیمت (Booty) وہ مال ہے جو کفار سے جنگ کے دوران میں حاصل کیا جائے۔ اس کے متعلق قرآن مجید کا حکم ہے:-

| | |
|---|---|
| وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ۔ | تمھیں معلوم ہو کہ جو غنیمت بھی تم پاؤ خواہ کسی قسم کی ہو اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے، رسول کے لیے، رسول کے قرابتداروں کے لیے، یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے لیے ہے۔ |

یہ حکم ایسے اموال کے بارے میں ہے جو مسلمانوں کو کفار اور اہل شرک کے لشکروں میں ملیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جو ساز و سامان، اسلحہ، جانور وہ ان لوگوں سے چھینیں، اس میں پانچواں حصہ ان کا ہے جنھیں اللہ تعالیٰ نے مذکورۂ بالا آیت میں نامزد کر دیا ہے۔ باقی چار حصے غنیمت حاصل کرنے والے لشکر کے درمیان انصاف کے ساتھ تقسیم کر دیے جائیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تقسیم اس طرح ہوتی تھی کہ گھوڑے سوار کو تین حصے، ایک حصہ سوار کا اور دو حصے گھوڑے کے، اور پیادہ کو ایک حصہ دیا جاتا تھا۔ غنیمت سے جو خُمس (پانچواں حصہ) نکالا جاتا اس کی تقسیم اس طرح ہوتی تھی کہ خمس کے پانچ مساوی حصے کیے جاتے۔ اس میں سے ایک حصہ اللہ اور اس کے رسول کا ہوتا، ایک ذوی القربیٰ کا اور باقی تین حصے یتیموں، مسکینوں اور نادار مسافروں کے ہوتے (یتیم وہ ہے جو بالغ نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یتم بعد حلم بالغ ہونے کے بعد یتیم نہیں ہے)۔ ابوبکر و عثمان رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ذوی القربیٰ کا حصہ حذف کر دیا تھا اور خمس کو پانچ کے بجائے تین حصوں میں تقسیم فرماتے تھے، یعنی یتامیٰ، مساکین اور نادار مسافروں کے حصے۔ علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے زمانہ میں خمس کو اسی طور پر تقسیم کیا۔ موجودہ زمانہ میں اگر اسلامی حکومت کے تحت مسلمانوں کو کفار سے مال غنیمت حاصل ہو تو اس کا پانچواں حصہ اسی طرح تین حصوں میں تقسیم ہوگا، ایک فقراء اور مساکین کے لیے، ایک یتیموں کے لیے اور ایک نادار مسافروں کے لیے۔ بقیہ چار حصے فوج میں تقسیم کیا جائے گا اور اس کی تقسیم کے طریقہ میں آج کل کے فوجی نظام کے لحاظ سے مناسب تغیر و تبدل کر لیا جائے گا۔

یہ تقسیم بھی اس بات کا ناقابلِ تردید ثبوت ہے کہ اسلام نے ہر معاملہ میں غریبوں اور غیر مستطیع افراد کا سب سے زیادہ خیال رکھا ہے اور دولت کو زیادہ سے زیادہ افراد پر تقسیم کرنے کی کوشش کی ہے کیونکہ علاوہ خمس کے جو پورا کا پورا فقراء، مساکین، یتامیٰ اور نادار مسافروں کو ملتا ہے، اہلِ لشکر کے متعلق بھی غالب امکان یہی ہے کہ اس میں غریب اور غیر مستطیع لوگوں کی تعداد مالدار اور صاحبِ استطاعت افراد سے زیادہ ہوگی۔ اس لیے مالِ غنیمت کا بقیہ حصہ بھی زیادہ تر انہی لوگوں کے ہاتھ آتا ہے جن کی معاشی حالت اس کی ضرورت مند

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ہے۔ سب سے زیادہ قابل لحاظ امر یہ ہے کہ مال غنیمت ایک ایسا مال ہے جسے سپاہی اپنی جانیں خطرے میں ڈال کر اور اپنا خون بہا کر حاصل کرتے ہیں۔ اس کے باوجود اس مال کا پانچواں حصہ غریبوں کو دلوایا گیا ہے۔ دنیا کے اور کس قانون میں غربا، اور کم استطاعت افراد کا اتنا خیال رکھا گیا ہے ؟

معادن (Mines) اور کنوز (Treasure troves) کے متعلق فقہاء کے درمیان اختلاف رائے ہے کہ ان پر جو محصول عائد کیا جائے گا اس کی نوعیت زکوٰۃ کی ہوگی یا غنیمت کی۔ امام شافعی رح اور امام احمد ابن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ معدن اور کنز کا محصول زکوٰۃ کی نوعیت رکھتا ہے یعنی اس کا چالیسواں حصہ وصول کیا جائے گا۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ کا اجتہاد یہ ہے کہ اس کی نوعیت مال غنیمت کی ہے اس لیے اس کا پانچواں حصہ وصول کیا جائے گا۔ اور اس کی تقسیم بھی مال غنیمت کے خمس کی طرح ہوگی۔ یعنی محصول سے جو آمدنی ہوگی وہ تین مساوی حصوں میں تقسیم کر دی جائے گی، ایک یتیموں کے لیے، ایک فقراء و مساکین کے لیے اور ایک نادار مسافروں کے لیے۔

فئے کی تعریف میں بھی اختلاف ہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ فئے سے وہ اموال مراد ہیں، جو دشمن یا اس کے ملک سے لڑائی ختم ہونے کے بعد پُر امن طریقہ سے حاصل ہوں۔ دوسرا خیال یہ ہے کہ فئے وہ آمدنی ہے جو مفتوحہ ممالک سے حاصل ہو خواہ کسی شکل میں ہو۔ لیکن عام رائے یہ ہے کہ ہر وہ آمدنی فئے ہے جو زکوٰۃ اور غنیمت کے علاوہ اسلامی حکومت کو اور کسی ذریعہ سے حاصل ہو۔ اس طرح خراج، جزیہ وغیرہ فئے میں شامل ہیں۔ فئے کی تقسیم کا مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ فئے کی جملہ آمدنی عامۃ المسلمین کے فائدہ میں صرف کی جائے گی اور امام کو اختیار ہے کہ جس کام میں اسے مسلمانوں کی فلاح نظر آئے اس میں فئے کی آمدنی کو صرف کرے۔ فوجیوں اور سپاہیوں کی تنخواہیں، قلعوں کی تعمیر، سڑکوں اور شاہراہوں کی مرمت و درستگی، چوکیوں کے قیام، تالابوں اور کنوؤں کی تیاری، علماء، اساتذہ، طلباء اور حکام کے مشاہرے، سب کے لیے فئے کی آمدنی سے کام لیا جا سکتا ہے۔ امام اس آمدنی کی تقسیم میں کسی خاص طریقہ کا پابند نہیں ہے اِلّا یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ جو کچھ صرف کیا جائے اس سے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کو فائدہ پہنچے۔ لیکن امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ مالِ غنیمت کی طرح فے کی آمدنی میں سے بھی پانچواں حصہ الگ کر لیا جانا چاہیے اور اِس کو بھی اسی طرح تقسیم کرنا چاہیے جیسے مالِ غنیمت کے خمس کو یعنی فقراء، مساکین، یتامیٰ اور ابن السبیل کے تین الگ الگ حصے ہونے چاہئیں۔ اس اجتہاد کی بنیاد کلام مجید کی وہ آیت ہے جس میں اموالِ فے کا تذکرہ کیا گیا ہے:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ

جو کچھ ہاتھ لگا دے اللہ اپنے رسول کے بستیوں والوں سے وہ اللہ کے لیے ہے اور رسول کے لیے اور (رسول کے) ناتے والوں کے لیے اور یتیموں کے لیے اور محتاجوں کے لیے تاکہ وہ صرف دولتمندوں کے درمیان گردش نہ کرے۔

اس آیت میں یہ تصریح کر دی گئی ہے کہ اجتماعی کوششوں سے جو کچھ حاصل ہو اس میں صرف دولتمندوں ہی کا حصہ نہیں ہے بلکہ غریبوں، یتیموں اور محتاجوں کا بھی حصہ انھیں دیا جانا چاہیے۔ اسی لیے اس آمدنی کے مصارف متعین کر دیے گئے ہیں کہ مبادا غریب اور کم حیثیت افراد ان اموال سے محروم رہ جائیں۔ آیت کا آخری ٹکڑا خصوصاً قابلِ غور ہے "تاکہ وہ صرف دولتمندوں کے درمیان گردش نہ کرے"۔ کیا اس سے بڑھ کر اور کوئی ثبوت اس بات کا ہو سکتا ہے کہ اسلام نے معاشی مساوات اور دولت کی منصفانہ تقسیم کے لیے ہر وہ تدبیر اختیار کی جو کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ نظام اختیار کر سکتا ہے؟ اور کیا اس آیت کے بعد بھی کسی اشتراکی کو جرأت ہو سکتی ہے کہ وہ اسلام کو اُن مذاہب کی سطح پر لانے کی کوشش کرے جو معاشی تبدیلیوں کے سامنے خس و خاشاک کی طرح بہہ گئے؟ تیرہ سو برس پہلے جب دنیا کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ معاشی عدم مساوات اور دولت کا ایک محدود طبقہ میں جمع ہو جانا اخلاق و معاشرت اور تمدن کے لیے پیامِ ہلاکت ہے، اسلام نے اتنے صاف اور صریح لفظوں میں اپنے اس مقصد کی توضیح کر دی تھی کہ وہ ایک ایسی معاشرت کا قیام چاہتا ہے جس میں اجتماعی جدوجہد کے ثمرات سے غرباء اور یتامیٰ ہمیش

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

از بیش فائدہ اٹھائیں۔

اوپر جو کچھ زکوٰۃ، غنیمت اور فے کے متعلق بیان کیا جا چکا ہے اُسے سامنے رکھتے ہوئے اس بات کا بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلامی مملکت کے تحت عام انسانوں کی معاشی حالت کیا ہوگی۔ اور یہ کہ اس مملکت میں غربت و افلاس سے پیدا ہونے والی خرابیوں کا امکان کتنا کم ہوگا۔ ذیل میں ہم اسلامی مملکت کی آمدنی کے اس حصہ کی تفصیل پیش کریں گے جو بالکلیہ غریبوں اور یتیموں کے لیے وقف ہوگی اور جس کا کوئی جز کسی دوسرے مصرف میں نہیں لگایا جا سکے گا؛

وہ آمدنی جو بالکل غریبوں کے لیے وقف ہوگی

**حسب مذہب احناف**

(۱) زکوٰۃ کی کل آمدنی

(۲) مال غنیمت کا پانچواں حصہ

(۳) معادن اور کنوز سے جو محصولات وصول ہوں گی ان کی آمدنی کا پانچواں حصہ۔

**حسب مذہب شوافع**

(۱) زکوٰۃ کی کل آمدنی۔

(۲) مال غنیمت کا پانچواں حصہ۔

(۳) فے کی آمدنی کا پانچواں حصہ

اگر امام شافعیؒ کے مذہب پر عمل کیا جائے تو آئندہ جو بھی اسلامی مملکت قائم ہوگی اُسے علاوہ زکوٰۃ اور غنیمت کے پانچویں حصہ کے اپنی جملہ آمدنی کا خواہ وہ کسی ذریعہ سے حاصل ہوتی ہو پانچواں حصہ غربا اور یتیموں کے لیے وقف کرنا ہوگا۔ کیونکہ فے میں زکوٰۃ اور غنیمت کو چھوڑ کر مملکت کی کل آمدنی شامل ہے۔ مملکت کی کل آمدنی کا پانچواں حصہ بجائے خود ایک ایسی رقم ہوگی جسے متعینہ مصارف میں لگانے کے بعد غربت اور معاشی پستی کا وجود ہی باقی نہ ہوگا۔ اگر حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مذہب اختیار کیا جائے جب بھی علاوہ زکوٰۃ اور غنیمت کے معادن اور کنوز پر محصولات سے جو آمدنی ہوگی اس کا پانچواں حصہ غربا کی ضروریات کے لیے وقف کرنا ہوگا۔ پھر اگر ضرورت پیش آئے اور صورت حال اس کی مقتضی ہو تو علمائے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلام یہ حکم دینے کے مجاز ہوں گے کہ دونوں اماموں کے اجتہاد پر عمل کیا جائے، یعنی فئے کی آمدنی کا پانچواں حصہ غربا پر صرف کیا جائے اور معادن و کنوز سے جو محصولات وصول ہوں ان کا بھی پانچواں حصہ باصطلاحِ مارکسیت "پرولتاریہ" کی ضروریات کے لیے وقف کر دیا جائے، کیونکہ بہرحال چاروں اماموں کی رائے حق پر ہے۔

یہ تو وہ آمدنیاں ہیں جو صرف غریبوں کے لیے مخصوص ہیں۔ اس کے علاوہ مملکت کی آمدنی کا بیشتر حصہ کسی ایک مخصوص طبقہ کی ضروریات پر نہیں صرف کیا جا سکے گا۔ بلکہ اسے صرف ایسے اغراض پر صرف کیا جائے گا جو عامۃ المسلمین کے لیے کسی حیثیت سے فائدہ مند ہوں خواہ اندرونی امن و امان یا بیرونی تحفظ کے لیے خواہ معاشی استحکام اور عام مرفۃ الحالی کے لیے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ موجودہ زمانہ میں مملکت کا دائرۂ عمل بہت زیادہ وسیع ہو چکا ہے۔ زندگی کے وہ شعبے جن سے قدیم زمانہ میں مملکت کو کوئی واسطہ نہ تھا اب براہ راست اس کی ذمہ داری میں آ گئے ہیں۔ تعلیم کی اشاعت، طبی امداد کی فراہمی، مزدوروں کی اقل شرح اجرت کا تعین، ان کے لیے عمر رسیدگی کی پنشن (Old age pension) کا انتظام، کسانوں کی مالی امداد، ان کے قرضوں کی ادائیگی، صحت عامہ کی حفاظت اور اسی نوع کے بے شمار کاموں کی تکمیل جن سے مملکت کو کوئی تعلق نہ تھا، اب بالکلیہ اسی پر موقوف ہیں۔ اسلامی مملکت بھی ان ساری ذمہ داریوں کی حامل ہوگی اور وہ سب کچھ کرے گی جو موجودہ حکومتیں کر رہی ہیں، اِلّا یہ کہ کوئی بات اسلامی احکام کے خلاف ہو۔ ان امور کی سربراہی اور ان ذمہ داریوں کی تکمیل وہ اپنی اس آمدنی سے کرے گی جس کے مصارف متعین نہیں کیے گئے ہیں لیکن آمدنی کے وہ حصے جن کے مصارف متعین کیے جا چکے ہیں اور جن کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے، پھر بھی غربا اور کم استطاعت افراد کی ضروریات کے لیے باقی رہیں گے۔ مثلاً اسلامی مملکت تعلیم عامہ پر جو کچھ صرف کرے گی اس کا کوئی جز زکوٰۃ اور فئے یا غنیمت کے متعینہ پانچویں حصہ سے محض اس بنا پر نہیں لیا جا سکے گا کہ تعلیم عامہ سے غریب بھی اسی طرح مستفید ہوتا ہے جس طرح امیر اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں، کیونکہ زکوٰۃ اور فئے یا غنیمت کے متعینہ حصے صرف انھیں کاموں میں صرف کیے جائیں گے جن سے تنہا غریبوں کو فائدہ پہنچتا ہو۔ اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے آمدنی کے ان ذرائع کا لحاظ کیجیے جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے، یعنی وہ ذرائع جو بالکلیہ غربا کے لیے مخصوص ہوں گے، اور پھر دیانت سے فیصلہ کیجیے کہ اسلامی مملکت میں دولت کیونکر ایک محدود طبقہ میں جمع ہو سکتی ہے، اس قسم کی معاشی عدم مساوات اسلامی سوسائٹی میں کس طرح پائی جا سکتی ہے جو آج سرمایہ داری نظام کا

© rasailojaraid.com